سُوۡرَۃُ النِّسَاء کی تفسیر Lesson 14: An-Nisa (Ayaat 148 - 162): Day 45

آگے موضوع تبدیل ہو رہا ہے۔ اگلی آیات میں اہلِ کتاب کی غلطیوں پر بات ہو گی۔ کیسے اُن میں بگاڑ شروع ہوُا؟ اللہ نے اُن کو خوبصورت دین دیا تھا۔ انہوں نے اُس کے حصّے بخرے کر دیئے۔

یَسۡـَٔلُكَ اَهۡلُ الۡكِتٰبِ اَنۡ تُنَزِّلَ عَلَيۡهِمۡ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدۡ سَاَلُوۡا مُوۡسٰٓى اَكۡبَرَ مِنۡ ذٰ لِكَ فَقَالُوۡۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهۡرَةً فَاَخَذَتۡهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلۡمِهِمۡ‌ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الۡعِجۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُمُ الۡبَيِّنٰتُ فَعَفَوۡنَا عَنۡ ذٰ لِكَ‌ ۚ وَاٰتَيۡنَا مُوۡسٰى سُلۡطٰنًا مُّبِيۡنًا ﴿۱۵۳﴾

آپ سے اہلِ کتاب یہ درخوست کرتے ہیں کہ آپ اُن کے پاس ایک خاص نوشتہ آسمان سے منگوا دیں سو انہوں نے موسیٰؑ سے اِس سے بھی بڑی بات کی درخواست کی تھی اور یوں کہا تھا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دکھلا دو جس پر ان کی اس گستاخی کے سبب ان پر کڑک بجلی آپڑی۔ پھر انہوں نے گوسالہ کو تجویز کیا تھا بعد اس کے کہ بہت سے دلائل ان کو پہنچ چکے تھے پھر ہم نے اس سے در گزر کر دیا تھا اور اور موسیٰؑ کو ہم نے بڑا رعب دیا تھا۔ (۱۵۳)

اِس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ کعب بن اشرف جیسے یہودی اللہ کے نبیؐ سے ناجائز مطالبے کر رہے تھے۔ کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہو جائیں۔ تو اللہ کی طرف سے آئی ہوئی کتاب دِکھائیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے کہا کہ اُس وقت تک آپؐ کی بیعت نہیں کرینگے جب تک آپؐ ہمارے پاس ایک کتاب لائیں جس میں یہ لکھا ہو کہ تو اللہ کا رسولؐ ہے اور یہ کتاب فلاں کے نام پر ہو۔ اُس وقت تک ہم نہیں مانیں گے۔

یعنی انہیں اللہ کے نبیؐ کا دعوٰی "اِنِّی رسول اللہ" پسند نہیں آیا وہ بولے کہ اللہ خود ہمیں بتائے کہ تو اُس کا رسولؐ ہے۔ اور یہ بھی کہتے تھے کہ قرآن تو زبانی تم پر نازل ہو رہا ہے۔ آپ تورات کی طرح لکھی ہوئی پوری کتاب لائیں۔ پھر ہم مانیں گے۔

یہودیوں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام اللہ کی طرف سے تورات ایک ساتھ لکھی ہوئی ہمارے پاس لائے، آپ بھی کوئی آسمانی کتاب پوری لکھی لکھائی لے آیئے۔ یہ تو آپؐ کہتے ہیں کہ آپ کے پاس وحی آتی ہے۔ پس بطور تسلی کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کی اس سرکشی اور بیجا سوال پر آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں ان کی یہ بدعادت پرانی ہے۔

انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی زیادہ بیہودہ سوال کیا تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ خود کو دکھائے۔ اس تکبر اور سرکشی اور فضول سوالوں کی پاداش بھی یہ بھگت چکے ہیں یعنی ان پر آسمانی بجلی گری تھی۔ آپ یہودیوں کی نافرمانیاں یاد کریں۔

سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۔ اس سے مُراد ہے کہ اللہ نے موسیٰ کو فرعون کے لشکر پر غالب کیا۔ اُن پر تورات نازل کی۔ اللہ تعالیٰ یہ دکھانا چاہتے تھے کہ جو لوگ نعمتوں کی قدر نہیں کرتے اللہ اُن کو محروم کر دیتے ہیں۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾ اور ہم نے ان لوگوں سے قول و قرار لینے کے واسطے کوہِ طور کو اُٹھا کر ان کے اوپر معلق کر دیا تھا اور ہم نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ دروازے میں عاجزی سے داخل ہونا

اور ہم نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ یومِ ہفتہ کے بارے میں تجاوز مت کرنا اور ہم نے ان سے قول و قرار نہایت شدید لئے۔(۱۵۴)

ان کی دوسری نافرمانی کا بیان ہو رہا ہے کہ قول و فعل دونوں کو بدل دیا، حکم ملا تھا کہ بیت المقدس کے دروازے میں سجدے کرتے ہوئے جائیں اور «حطتہ « کہیں" یعنی اے اللہ ہماری خطائیں بخش کہ ہم نے جہاد چھوڑ دیا اور تھک کر بیٹھ رہے جس کی سزا میں چالیس سال میدان تیہ میں سر گشتہ و حیران و پریشان رہے"۔ لیکن ان کی کم ظرفی کا یہاں بھی مظاہرہ ہوا اور اپنی رانوں کے بل گھسٹتے ہوئے دروازے میں داخل ہونے لگے اور« حنطتہ في شعرة «کہنے لگے یعنی گیہوں کی بالیں ہمیں دے۔

پھر ان کی اور شرارت سنئے ہفتہ والے دن کی تعظیم و کریم کرنے کا ان سے وعدہ لیا گیا اور مضبوط عہد و پیمان ہو گیا لیکن انہوں نے اس کی بھی مخالفت کی نافرمانی پر کمر بستہ ہو کر حرمت کے ارتکاب کے حیلے نکال لیے۔ جیسے کہ سورۃ الاعراف میں مفصل بیان ہے ملاحظہ ہو آیت»وَسۡـَٔلۡهُمۡ عَنِ الۡقَرۡيَةِ الَّتِىۡ كَانَتۡ حَاضِرَةَ الۡبَحۡرِ (:الأعراف:163)

یعنی کس قدر ڈھیٹ قوم ہے کہ نافرمانی کرتے جاتے ہیں۔اِن کے پاس علم تو تھا لیکن یاد رکھیں انسان کو صرف علم نہیں بچاتا۔ ان کے پاس تورات کا علم تھا۔ تمام باتیں انہیں اچھی طرح معلوم تھیں۔

پھر کیا وجہ تھی کہ اِن کو شعور نہیں تھا کہ وہ غلطی پر ہیں؟ اگلی آیت دیکھتے ہیں؛

فَبِمَا نَقۡضِهِمۡ مِّيۡثَاقَهُمۡ وَكُفۡرِهِمۡ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتۡلِهِمُ الۡاَنۡۢبِيَآءَ بِغَيۡرِ حَقٍّ وَّقَوۡلِهِمۡ قُلُوۡبُنَا غُلۡفٌ ‌ؕ بَلۡ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيۡهَا بِكُفۡرِهِمۡ فَلَا يُؤۡمِنُوۡنَ اِلَّا قَلِيۡلًا ۙ ﴿۱۵۵﴾ سو (ہم نے سزا میں مبتلا کیا) ان کی عہد شکنی کی وجہ سے اور ان کے کفر کی وجہ سے احکامِ الٰہیہ کے ساتھ اور ان کے قتل کرنے کی وجہ سے انبیاء کو

ناحق اور ان کے اس مقولہ کی وجہ سے کہ ہمارے قلوب محفوظ ہیں بلکہ ان کے کفر کے سبب اُن (قلوب) پر اللہ تعالیٰ نے بند لگا دیا ہے سو ان میں ایمان نہیں مگر قدرے قلیل. (۱۵۵)

نَّقْضِهِمْ یعنی وعدے کو توڑ دیا۔ اِن کے جرائم کی لمبی لسٹ ہے۔ پھر اللہ نے اپنی رحمت سے اِن کو دُور کر دیا۔ بار بار جو قوم نافرمانی کرے تو پھر اُن کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔

یعنی پہلا جُرم، میثاق کو توڑ دیا، دوسرا جُرم اللہ کی آیات کا انکار کیا اور تیسرا جُرم انبیاء کو ناحق قتل کیا، اور چوتھا جُرم کہ یہ کہتے تھے کہ اِن کے دِل غلافوں میں ہیں۔ مزید نافرمانیاں آگے آئینگی۔

پھر کیا ہوا؟ پانچواں جُرم " بلکہ ان کے کفر کے سبب اُن (قلوب) پر اللہ تعالیٰ نے بند لگا دیا ہے سو ان میں ایمان نہیں مگر قدرے قلیل. "یا تو کم لوگ ایمان لائینگے اور یا پھر جو بھی ایمان لائینگے وہ تھوڑا ایمان لائیں گے۔ پھر اگلا جُرم کیا ہے؟ چھٹا جُرم؛

وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾ اور ان کے کفر کی وجہ سے اور حضرت مریمؑ پر ان کے بڑا بھاری بہتان دھرنے کی وجہ سے۔(۱۵۶)

پھر ان کا جرمِ عظیم بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے سیدہ مریم علیہا السلام پر زناکاری جیسی بدترین اور شرمناک تہمت لگائی اور اسی زناکاری کے حمل سے عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا شدہ بتایا، بعض نے اس سے بھی ایک قدم آگے رکھا اور کہا کہ یہ بدکاری حیض کی حالت میں ہوئی تھی۔ اللہ کی ان پر پھٹکار ہو کہ ان کی بدزبانی سے اللہ کے مقبول بندے بھی نہ بچ سکے۔

اُس وقت بیت المقدس کی دیکھ بھال ایک شخص یوسف نجار کرتے تھے۔ بی بی مریمؑ اُس وقت بیت المقدس میں عبادت کرتی تھیں۔ انہوں نے اُن پر جھوٹا الزام لگایا کہ اُن کے یوسف نامی شخص سے ناجائز تعلقات ہیں۔ (نعوذ باللہ) اتنا بڑا بہتان۔

بعض کہتے ہیں کہ مریمؑ کی یوسف سے بات طے ہو چکی تھی لیکن پہلے ہی تعلقات کے نتیجے میں شادی سے پہلے عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔(نعوذ باللہ) عیسیٰؑ پر ولد الزنا کا جھوٹا الزام لگایا۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ کے بیٹے ہیں لیکن عیسائیوں میں ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو انہیں یوسف کا بیٹا مانتے ہیں۔ انہوں نے ایک فلم بھی بنائی ہوئی ہے۔'Son of Man'

یہ ہے عظیم بہتان۔ آپ سوچیں کہ یہ قوم اتنی ڈھیت کیسے ہے۔ یاد رکھیں کہ صرف علم حاصل کرنا کافی نہیں ہوتا۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ آپ گھر کا کھانے پینے کا سامان خرید کر لاتے ہیں۔ اُسے سٹور میں رکھ دیتے ہیں۔ کیا اس طرح سامان لانے سے آپ کا پیٹ بھرے گا؟ اب وقت پڑنے پر وہ سامان سٹور سے سامان نکالیں گے پھر پکائیں گے، پھر کھائیں گے۔

علم بھی ایسے ہی ہے۔ پہلے آپ علم حاصل کرینگے۔ سبق یاد کریں گے۔ لفظی ترجمہ، تجوید، قرآن کا فہم، دماغ کے سٹور سے نکال کر دِل کے خانے میں لاتے ہیں۔ پھر وہاں سے پورے جسم میں پھیلانا پڑتا ہے۔ عمل میں لاتے ہیں۔ جو لوگ بے تحاشا علم حاصل کرتے ہیں لیکن دِل پر محسوس نہیں کرتے وہ بنی اسرائیل کے عالم جیسے بن جاتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی شریعت ہی تبدیل کر دی تھی۔

شریعت وہی تبدیل کرینگے جو عالم ہونگے۔ عام آدمی تو یہ نہیں کر سکتا۔ آپ خود سوچیں عام آدمی امریکن قانون تو نہیں بدل سکتا کوئی پڑھا لکھا اور قابل شخص ہی قانون لکھے اور بدلے گا۔ جو قانون کی باریکیاں سمجھ سکتا ہے۔

وہ مسلمان جنہوں نے مسلمان ہوتے ہوئے پھر الگ فرقے بنالئے وہ بھی پڑھے لکھے لوگ تھے۔ لیکن اپنے علم کو اللہ کے قانون کے مطابق عمل میں نہیں ڈھالا۔

اَب اگلا جُرم؛

وَّقَوۡلِهِمۡ اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِيۡحَ عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ‌ۚ وَمَا قَتَلُوۡهُ وَمَا صَلَبُوۡهُ وَلٰـكِنۡ شُبِّهَ لَهُمۡ‌ؕ
وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ لَفِىۡ شَكٍّ مِّنۡهُ‌ؕ مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ‌ۚ وَمَا قَتَلُوۡهُ يَقِيۡنًا ۙ‏ ﴿۱۵۷﴾

اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو جو کہ رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے قتل کر دیا حالانکہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا اور جو لوگ ان کے بارہ میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں ہیں ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اور انہوں نے ان کو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا۔(۱۵۷)

" الۡمَسِيۡحَ عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ "یہ حضرت عیسیٰؑ کا مکمل نام ہے جو یہاں آیا ہے۔ یہ یہودیوں کا دعوٰی تھا " ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو جو کہ رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے قتل کر دیا" جو اللہ نے یہاں بیان فرمایا ہے۔ آپ ان کی ڈھٹائی اور خود سری دیکھیں کہ اللہ کے رسول کو قتل کرنے کے بعد کیسے اقرار بھی کر رہے ہیں۔ اللہ کی طرف سے رسول نہیں مانتے تھے اس لئے اُن کو قتل کر دیا۔

رسول اور نبی کا فرق: رسول کے پاس نئی شریعت ہوتی ہے۔ نبی پچھلی شریعت کو لے کر آگے چلتا ہے۔ نبی کو لوگ قتل کر سکتے ہیں۔ جیسے یحییٰؑ کو قتل کیا۔ لیکن رسول کو قتل نہیں کر سکتے۔ یہاں رَسُوۡلَ اللّٰهِ‌ۚ کا لفظ لانا یہ ظاہر کرتا ہے عیسیٰؑ قتل نہیں ہوئے۔ یہ قرآن کی باریکیاں ہیں۔

یعنی وہ دعوے تو کر رہے تھے کہ انہوں نے عیسیٰؑ کو قتل کر دیا لیکن " حالانکہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا"۔ اور نمبر 2 " اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا لیکن": بلکہ ان کی شبیہ بنائی گئی۔"ان کو اشتباہ ہو گیا"۔ انجیل برنواز کا پیچھے بھی حوالہ دیا گیا کیونکہ وہ حقیقت سے کچھ قریب ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ عیسیٰؑ نے فرمایا" کوئی ہے جو جنت میں میرا رفیق بنے اور یہاں میرے بدلے سولی پر چڑھنا منظور کرے "ایک صحابی (یہودا) جوزف نامی شخص اس کے لیے تیار ہو گئے اور کہنے لگے عیسیٰ میں تیار ہوں، چنانچہ دشمنان دین نے انہیں گرفتار کیا قتل کیا اور سولی چڑھایا اور یہودی خوش ہونے لگے کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کیا، حالانکہ دراصل ایسا نہیں ہوا بلکہ وہ دھوکے میں پڑ گئے اور اللہ نے اپنے رسول کو اسی وقت اپنے پاس چڑھالیا۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لیں کہ جیسے مسلمان آج کل مختلف باتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ اسی طرح یہود و نصاریٰ میں بھی کئی باتوں پر اختلاف ہے۔ مثال جیسے ہم میں سے کچھ لوگ ربیع الاوّل کو خاص دِن سمجھتے ہیں۔ پھر اللہ فرماتے ہیں "اور جو لوگ ان کے بارہ میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں ہیں ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اور انھوں نے ان کو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا۔"؛خود کو مسلمان کہلانے والے لوگ بھی یہی کہتے ہیں کہ مسیح دُنیا میں واپس آکر جا چکے ہیں۔ یعنی یقیناً اُن کو قتل نہیں کیا گیا۔ **اللہ کی بات ہی سچّی ہے۔**

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اُٹھالیا اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔ (۱۵۸)

ہمارا مسلمانوں کا ایمان ہے کہ عیسیٰؑ واپس آئینگے۔ سو سے زائد متواتر احادیثِ رسولؐ موجود ہیں کہ عیسیٰؑ زندہ ہیں وہ واپس اس دنیا میں آئینگے اور اللہ کے نبیؐ کی شریعت دین اسلام کو پھیلائیں گے۔ اور پھر طبعی وفات ہو گی۔ اس کی تمام تفاصیل احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں، قیامت کے قریب زمین پر اتریں گے اور یہودیوں و نصرانیوں دونوں کو جھوٹا بتائیں گے اور جو افراط تفریط انہوں نے کی ہے، اسے باطل قرار دیں گے۔

آپ یہ دیکھیں کہ یہود خود کہتے تھے کہ عیسیٰؑ اللہ کے رسول (saviour) ہیں اور اُن کے قتل کے دعوے بھی کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ ہمارے گناہوں کے کفارے میں سولی پر چڑھ گئے۔

یعنی خود تو موج مستی کریں اور پھر اُمید رکھیں کہ ہمارا نبیؑ سولی چڑھ گیا اور ہم بخشے جائینگے۔

کہ مسلمانوں کا نبیؐ تو اِن کو جنگوں میں لے جا کر قتل کرواتا ہے۔ ہمارا نبیؑ خود قتل ہو گیا۔

وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ‌ ۚ وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا ۚ‏ ﴿۱۵۹﴾

اور کوئی شخص اہلِ کتاب سے نہیں رہتا مگر وہ عیسیٰؑ کی اپنی مرنے سے پہلے ضرور تصدیق کر لیتا ہے اور قیامت کے روز وہ ان پر گوہی دینگے۔(۱۵۹)

مَوۡتِهٖ : یہاں علماء کرام کی دو رائے ہیں۔ پہلا مرنے والا ہر عیسائی اپنی موت سے پہلے عیسیٰؑ پر ایمان لے آتا ہے کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں۔ دوسری رائے جو زیادہ مضبوط ہے وہ یہ کہ جب عیسیٰؑ آ جائینگے تو ہر عیسائی اُن پر ایمان لا کر مسلمان ہو جائے گا۔ تمام یہودی ختم ہو جائینگے۔ عیسائی عیسیٰؑ اور مسلمانوں کے ساتھ مل جائینگے۔ عیسیٰؑ ایک امام اور خلیفہ کے طور پر اسلام پھیلائینگے۔ اور پھر پوری دُنیا میں ایک ہی مذہب اسلام ہو گا۔

عیسیٰؑ اپنی اُمّت کے خلاف گواہی دینگے کہ انہوں نے عیسیٰؑ کے بارے میں اللہ کے بیٹے جیسی جھوٹی باتیں بنائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ عنقریب تم میں ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔ عادل منصف بن کر صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ ہٹا دیں گے۔ مال اس قدر بڑھ جائے گا کہ اسے لینا کوئی منظور نہ کرے گا، ایک سجدہ کر لینا

دنیااور دنیا کی سب چیزوں سے محبوب تر ہو گا۔

اس حدیث کو بیان فرما کر راوی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بطور شہادت قرآن کی اسی آیت» وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ-4) «النساء:159) کی آخر تک تلاوت کی۔ (صحیح بخاری:2476)

صحیح مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے اور سند سے یہی روایت بخاری مسلم میں مروی ہے اس میں ہے کہ سجدہ اس وقت فقط اللہ رب العالمین کے لیے ہی ہو گا۔ اور اس آیت کی تلاوت میں» قبل موتہ «کے بعد یہ فرمان بھی ہے کہ» قبل موت عیسیٰ بن مریم «پھر اسے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا تین مرتبہ دوہرانا بھی ہے۔

مسند کی اور حدیث میں ہے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اتریں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو مٹائیں گے، نماز باجماعت ہو گی اور اللہ کی راہ میں مال اس قدر کثرت سے دیا جائے گا کہ کوئی قبول نہ کرنے والا نہ ملے گا۔ خراج چھوڑ دیں گے، روحاء میں جائیں گے اور وہاں سے حج یا عمرہ کریں گے یا دونوں ایک ساتھ کریں گے۔

ابوداؤد، مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" انبیاء کرام علیہم السلام سب ایک باپ کے بیٹے بھائی کی طرح ہیں، مائیں جدا جدا اور دین ایک۔ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے زیادہ تر نزدیک میں ہوں اس لیے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی اور نبی نہیں، یقیناً وہ اترنے والے ہیں پس تم انہیں پہچان رکھو۔ درمیانہ قد ہے، سرخ سفید رنگ ہے۔ وہ دوگیروے رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے اوڑھے اور باندھے ہوں گے، بال خشک ہونے کے باوجود ان کے سر سے قطرے

ٹپک رہے ہوں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ قبول نہ کریں گے، لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں گے۔

ان کے زمانے میں تمام ملتیں مٹ جائیں گی، صرف اسلام ہی اسلام رہے گا، ان کے زمانے میں اللہ تعالیٰ مسیح دجال کو ہلاک کرے گا۔ پھر زمین پر امن ہی امن ہو گا یہاں تک کہ کالے ناگ اونٹوں کے ساتھ، چیتے گایوں کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چرتے پھریں گے اور بچے سانپوں سے کھیلیں گے، انہیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے، چالیس برس تک ٹھہریں گے، پھر فوت ہوں گے اور مسلمان آپ کے جنازے کی نماز ادا کریں گے۔ (سنن ابوداود:4324،قال الشيخ الألباني:صحيح)

ابن جریر کی اسی روایت میں ہے، آپ لوگوں سے اسلام کے لیے جہاد کریں گے، اس حدیث کا ایک ٹکڑا بخاری شریف میں بھی ہے اور روایت میں ہے سب سے زیادہ قریب تر عیسیٰ علیہ السلام سے دنیا اور آخرت میں میں ہوں۔ (صحیح بخاری:3443)

صحیح مسلم میں ہے قیامت قائم نہ ہو گی، جب تک رومی اعماق یا والق میں نہ اتریں اور ان کے مقابلہ کے لیے مدینہ سے مسلمانوں کا لشکر نہ نکلے گا، جو اس وقت تمام زمین کے لوگوں سے زیادہ اللہ کے پسندیدہ بندے ہوں گے، جب صفیں بندھ جائیں گی تو رومی کہیں گے تم سے ہم لڑنا نہیں چاہتے، ہم میں سے جو دین بدل کر تم میں ملے ہم ان سے لڑنا چاہتے ہیں تم بیچ میں سے ہٹ جاؤ لیکن مسلمان کہیں گے واللہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم اپنے ان کمزور بھائیوں کو تمہارے حوالے کر دیں۔

اَب آخری چیز جس کو پڑھ کر دِل بوجھل ہو جاتا ہے۔ کہ یہودیوں نے دین میں کیسی کیسی خرابیاں پیدا کر دیں۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۙ ﴿١٦٠﴾

سو یہود کے ان ہی بڑے بڑے جرائم کے سبب ہم نے بہت سی پاکیزہ چیزیں جو ان کے لیے حلال تھیں ان پر حرام کر دیں اور بسبب اس کے کہ وہ بہت سے آدمیوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ سے مانع بن جاتے تھے۔(۱۶۰)

فَبِظُلْمٍ : یعنی ظلم کی بات اوپر سے چل رہی ہے۔ یہاں و کی جگہ ف کا لفظ استعمال ہوُا ہے۔ اللہ نے بڑا فطری اور جائز دین دیا تھا لیکن یہودی علماء نے جان بوجھ کر اِس کو مشکل بنالیا۔ کچھ ایسے اجتہاد اور فتوے دیئے کے جائز اور حلال چیزوں سے بھی روک دیتے تھے۔ کہ یہ نہ کھاؤ، یہ نہ پئیو۔

آل عمران:93 (یعنی اونٹ کا گوشت اور دودھ جو اسرائیل علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا)

جب کوئی قوم حد سے بڑھتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُن کے لئے حلال چیزیں بھی مشکل بنا دیتے ہیں۔

عمل کا نقطہ: حرام کا لفظ بہت زیادہ نہ بولا کریں۔

دوسرا جُرم کہ اللہ کی راہ پر خود تو نہیں چلتے لیکن دوسروں کو بھی نہیں چلنے دیتے۔ منہ سے کہہ کر نہیں روکتے بلکہ ایسے اسباب پیدا کرتے ہیں اور ایسی باتیں کرتے ہیں کہ وہ شخص رُک جائے۔

مثال کہ آپ خود اچھے ہو جائیں لیکن پھر آپ غلط یا وقت کے ضیاع والے کام نہیں کرتے تو دوسرے اس بات پر حسد کرتے ہیں۔ وہ واپس آپ کو انہی کاموں میں مصروف کرنا چاہتے ہیں۔

پھر آپ قرآن کے سبق والے کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ یا تو آپ اُن کو اپنے دین والے راستے پر لے آئیں ورنہ وہ کوشش کرتے رہیں گے کہ آپ چھوڑ جائیں۔

دُعا کریں کہ ہم اللہ کے قرآن اور اللہ کے نبی ﷺ کی سُنّت کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں۔

اب کُل 11 چیزیں ہو گئیں جو یہود کے خلاف بیان کی گئی ہیں۔ اچھا یہ سب کیوں ہوُا؟

وَّاَخۡذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدۡ نُهُوۡا عَنۡهُ وَاَكۡلِهِمۡ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ‌ ؕ وَاَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ﴿۱۶۱﴾ اور اُن کو سود لینے کے سبب سے حالانکہ اس سے منع کیے گئے تھے اور اس سبب سے کہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے اور ان میں سے جو کافر ہیں ہم نے ان کے لیے درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے (۱۶۱)

آپ یہ دیکھیں کہ سود ہر اُمّت کے لئے حرام تھا لیکن انہوں نے اس کے اپنے لئے حلال کر لیا۔ پہلا قدم یہ اُٹھایا کہ یہودی کہتے کہ سود آپس میں لینا دینا حرام ہے لیکن دوسری قوموں (غیر یہودی) سے سود لے سکتے ہیں۔ غیر یہودی سے فائدہ اُٹھانا جائز سمجھتے تھے۔ اور طرح طرح کے حیلے کر کے سود خوری کرتے تھے جو محض حرام تھی اور بھی جس طرح بن پڑتا لوگوں کے مال غصب کرنے کی تاک میں لگے رہتے اور اس بات کو جانتے ہوئے کہ اللہ نے یہ کام حرام کئے ہیں جرات سے انہیں کر گذرے تھے، اس وجہ سے ان پر بعض حلال چیزیں بھی ہم نے حرام کر دیں، ان کفار کے لیے درد ناک عذاب تیار ہیں۔ سود، زنا اور بدکاری ہمیشہ سے حرام ہیں۔

سب سے بُرا کمائی کا ذریعہ سود ہے۔ اس کو مفسرین 'اخبث' کہتے ہیں یعنی خبیث ترین۔

سورہ البقرہ 275 میں ہم نے اس کی تفصیل پڑھی تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود دینے والے، سودی دستاویز لکھنے والے اور سود کی گواہی دینے والوں پر لعنت

فرمائی ہے، اور ارشاد فرمایا کہ یہ سب لوگ گناہ میں برابر ہیں۔(صحیح مسلم شریف، حدیث نمبر:2955، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر226)

سود دو قسم کا ہے۔ ایک سود در سود، یعنی جو جمع ہو تا رہتا ہے۔ دوسرا وہ جو آگے نہ بڑھے۔

یہود پر سود حرام تھا۔ تورات میں بھی سود حرام ہے۔

یہود نے عیسیٰؑ کی مخالفت اس لئے کی تھی کہ عیسیٰؑ نے اِن کو بیت المقدس میں بیٹھ کر سودی کاروبار کرنے سے منع کیا تھا۔ جب عیسیٰؑ نے تنقید کی تو اِن کی مخالفت بڑھ گئی۔ پہلے دوسروں سے سود لیتے تھے پھر اپنوں سے بھی لینے لگے۔ پھر سولہویں صدی میں بینکنگ سسٹم شروع کیا گیا۔ جب سے اسلام آگیا تھا تو شروع سے سونے اور چاندی کے سکّے چلتے تھے۔ اَصل معیار سونا چاندی ہی ہوتے تھے۔ کہ دُنیا میں وہ سکّہ جہاں مرضی لے جائیں۔ اُسی کی قیمت کے حساب سے چلے گا۔ فرق صرف یہ تھا کہ سونے کے امریکی سکّے پر امریکہ کی مہر تھی۔ برطانیہ کے سکّے پر برطانیہ کی اور پاکستانی سکّے پر پاکستان کی مہر۔ اَب ہوتا یہ کہ وہ سکّہ لے کر جہاں مرضی چلے جاتے اُس کی قیمت وہی سونے یا چاندی کی قیمت کے برابر ہوتی۔ یعنی رقم کی ویلیو وہی رہتی۔

یہود نے یہ سسٹم شروع کیا کہ لوگوں سے کہا اپنے سونے چاندی کے سکّے ہمارے پاس جمع کروادیں اور ہم سے ایک سِلپ / رسید لے لیں۔ یعنی آپ کو وزنی سونا چاندی لے کر بازار میں نہیں گھومنا پڑے گا۔ جو مرضی خریداری کرلیں۔ ہم یہاں سے کاٹ لیں گے۔ یعنی کریڈٹ کارڈ لیول کا کام۔

شروع میں یہ صرف چند خاندان کرتے تھے۔ لوگوں نے اپنا سونا چاندی اِن یہودیوں کے پاس رکھوانا شروع کیا تو انہوں نے سوچا کہ یہ تومال ایسے ہی پڑا رہتا ہے اس کو کاروبار میں لگانا چاہیئے۔

اگر آپ ہمیں بتا دینگے کہ آپ 6 مہینے تک پیسے واپس نہیں مانگیں گے تو ہم آپ کو اَصل رقم سے زائد رقم دینگے۔ یعنی رقم محفوظ بھی رہے گی کچھ زائد بھی ملے گا۔ یہودیوں نے اُس سے کاروبار شروع کر دیا۔ اور لوگوں کے آگے سے قرض دینے شروع کر دیئے۔ ہوتے ہوتے لوگوں نے گھروں میں مال رکھنا ہی چھوڑ دیا۔ اگر کاروبار میں لگائیں تو ایک تو رِسک ہے دوسرا نقصان بھی ہو سکتا ہے۔

لوگوں نے پیسہ بینک والوں کو دینا شروع کر دیا۔ اور سود لے کر بیٹھ کر کھانے لگے۔ رقم ایک جگہ جمع ہو گئی۔ کاروبار بند ہونے لگے۔ بیروزگاروں نے چوری اور فراڈ شروع کر دیئے۔

لوگ مزید ڈر گئے اور رہا سہا پیسہ اور سونا بھی اِن کے حوالے کر دیا۔

اَب امیر زیادہ امیر ہونے لگے اور غریب مزید غریب ہو گئے۔ پھر حکومت نے کہا کہ ٹھیک ہے بینک والے کاروبار کریں لیکن رسید ہم خود دینگے۔ یہ جو آج ہم نوٹ دیکھتے ہیں وہ ایک قسم کی رسید ہے۔

اندر ہی اندر وہ سارا سونا ختم ہو گیا۔ اور رسید اپنی مرضی کی بنانی شروع کر دی۔

یعنی امریکی رسید تو 100 کی ہے اور پاکستانی رسید صرف ایک روپے کی۔ آج دُنیا میں جو بینکنگ سسٹم ہے وہ یہودیوں نے متعارف کروایا تھا اور ابھی تک وہی چلا رہے ہیں۔

ایک وقت آئے گا کہ دُنیا واپس سونے چاندی کے سکّوں پر چلے گی۔ وہ اَصل رقم ہوتی تھی۔

اَب رسید سے لوگوں کے اخراجات بڑھنے لگے، قرضے لینے لگے۔ اور جائز ناجائز کاموں پر خرچ ہونے لگے۔ ہمیں چاہیئے اپنے بچوں کو بینکنگ اور فنانس کی تعلیم دلوائیں۔ اور ساتھ دین کا علم بھی حاصل کیا ہو تاکہ وہ دُنیا کو صحیح اسلامی نظام متعارف کروا سکیں۔ تاکہ اکانومی نہ ڈوبے۔

ہمیں اپنا سسٹم بنانے کی ضرورت ہے تاکہ باقی دُنیا کو بھی فائدہ ہو۔

ورنہ پھر اِن کے لئے دُکھ دینے والا عذاب ہے۔

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾

لیکن ان میں سے جو علم میں پختہ ہیں اور مسلمان ہیں سو مانتے ہیں اس کو جو تجھ پر نازل ہوا اور جو تجھ سے پہلے نازل ہو چکا ہے اور نماز قائم کرنے والے اور زکواۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم بڑا ثواب عطا فرمائیں گے (۱۶۲)

اللہ تعالیٰ کا انصاف نظر آرہا ہے کہ سب یہودی بُرے نہیں تھے۔ کہ اِن میں نیک لوگ بھی ہیں۔ اور اُن کے ایمان اور نیک اعمال کی وجہ سے اُنہیں اَجرِ عظیم عطا کیا جائے گا۔ اور جو اللہ کے احکام کی نافرمانی کرے گا چاہے وہ مسلمان ہو یا یہود اُن کو سزا ضرور ملے گی۔

ہمارے اِرد گرد دیکھ لیں مسلمان کیسی سزا بھگت رہے ہیں۔

الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ : یہاں اِس سے مُراد ثابت قدم رہنے والے۔ بصیرت سے کام لینے والے۔ جمے رہنے والے، علم کے راستے پر مستقل مزاجی سے چلتے رہتے ہیں۔ علم کا راستہ صبر کا راستہ ہے۔ پھر آپ چمک کر موتی بن جائینگے۔ دُنیا کے پیچھے انسان رُل جاتا ہے۔ دین اور علم کی فکر کریں۔

اللہ ہمیں علم اور بصیرت عطا فرما۔ اللہ سے دُعا ہے کہ ہمیں اس راستے پر جما دے۔ آمین